Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

JOURNAL PROFILE
Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT
Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore 0303-3330345

Email
lgunt@lgu.edu.pk

Website
https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS
Volume 9, No 04
Oct to Dec 2025
Page No: - 46-53

DOI
https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2025.090415

HISTORY OF THE PAPER
Received on: Oct 22, 2025
Accepted on: Nov10, 2025
Published on: Dec 30, 2025

PUBLISHED BY
Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

TITLE OF THE PAPER
Akhtar-ul-Iman's Poem A Boy: A Study of Identity, Exile, and Existential Anguish

اخترالایمان کی نظم "ایک لڑکا": شناخت، جلاوطنی اور وجودی کرب کا مطالعہ

AUTHOR (S)
- **Samia Shaheen Yousaf**
  PhD Scholar, Dept of Urdu
  Lahore College for Women University, Lahore
- **Dr Azmat Rubab**
  Associate Professor Urdu
  Lahore College for Women University, Lahore

ABSTRUCT
This research study offers a critical and analytical reading of A Boy, a significant poem by Akhtar-ul-Iman, focusing on the themes of identity, exile, and existential anguish within the framework of modern Urdu poetry. The poem presents a symbolic narrative of a nameless boy whose displacement from rural innocence to urban modernity results in a profound crisis of selfhood. This "boy" functions as a metaphor for the modern individual—alienated, uprooted, and fragmented under the pressures of rapidly changing social and cultural realities. Akhtar-ul-Iman employs a conversational yet symbolic style to articulate inner conflict, psychological dislocation, and the erosion of stable identities in modern life. The study examines how the poem reflects existential consciousness through memory, self-interrogation, and the tension between past and present. By situating the poem within modernist and existential thought, this research argues that A Boy transcends personal experience to become a universal representation of modern human anxiety. The study concludes that the poem is a powerful articulation of existential awareness in Urdu nazm and a key text for understanding Akhtar-ul-Iman's contribution to modernist poetry.

KEY WORDS
Identity, Exile, Existential Anguish, Urdu Poetry, Alienation, Symbolism

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اختر الایمان کی نظم "ایک لڑکا": شناخت، جلاوطنی اور وجودی کرب کا مطالعہ

اختر الایمان بیسویں صدی کی جدید اردو شاعری خصوصاً جدید اردو نظم کے نمائندہ شعرا میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیانیہ طرزِ اظہار، علامتی تکنیک اور وجودی فکر کے ذریعے اردو نظم کو ایک نئی سمت عطا کی۔ ان کی نظم "ایک لڑکا" ان کے پانچویں مجموعے "یادیں" میں شامل ہے جو ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا اور اس پر انہیں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ بھی ملا۔ اختر الایمان نے اپنی نظم "ایک لڑکا" کے ذریعے علامتی بیانیہ نظم کی بنیاد مضبوط کی۔ انہوں نے اس نظم میں جدید انسان کے وجودی بحران کی بہترین تصویر پیش کی ہے۔ یہ نظم ایک ایسے معصوم لڑکے کی گم شدگی کا بیانیہ ہے جو اپنے گاؤں کی معصوم زندگی سے اٹھ کر شہری زندگی کی ہڑبونگ اور شور وغل کے اندر اپنی پہچان کھو بیٹھا ہے۔ نظم کا مرکزی کردار ایک غیر اہم، غیر نمایاں اور بے نام لڑکا ہے جو جدید شہری زندگی کے ہجوم میں اجنبی ہے اور خود کو تنہا اور بے وقعت خیال کرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ گاؤں کے ٹیلوں، آموں کے باغوں، کھیتوں کی منڈیوں، جھیلوں، بستی کی گلیوں میں اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ دن رات، صبح و شام، اندھیرے اجالے کبھی میلے ٹھیلے میں گھومتا تھا اور کبھی ویرانے میں اکیلے تتلیوں کو پکڑنے میں راستا بھول جاتا تھا۔ کبھی پرندوں کے بچوں کو گھونسلوں سے نکالتا اور کبھی ننگے پاوں جلتی ریت پر وقت گزارتا اور کبھی ٹھنڈی ہواؤں میں گھومتا۔ اسے آزاد گھومنا بہت پسند تھا اور دوستوں اور ہم عمر لڑکوں کی صحبت میں مدرسے، بستی اور مسجد / عبادت گاہ کی پابندیوں سے دور کہیں ہواؤں میں اور خوابوں میں بادل کی طرح اڑنا پسند تھا۔ وہ گاؤں کا معصوم بھولا بھالا لڑکا جو آزاد منش تھا اور پانی کی طرح ہر دم حرکت و عمل میں رواں تھا۔ اب شہری زندگی کی بھیڑ بھاڑ میں ہر قدم پر سائے کی طرح ایک ہم زاد کی شکل میں اختر الایمان کا یوں پیچھا کر رہا ہے جیسے وہ ایک مفرور ملزم ہے اور اس سے پوچھتا ہے کہ کیا تم اختر الایمان ہو؟ کیا وہی گاؤں والے معصوم بھولے بھالے اختر الایمان ہو؟

ماضی کی یاد اور اس کی کسک ہمیں اختر الایمان کی شاعری میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ اس نظم کا یہ بے نام لڑکا جو جدید شہری زندگی کے ہجوم میں اجنبی، بے وقعت اور تنہا ہے۔ اس کی شخصیت کے گرد معاشرے کی بے حسی، فرد کی شناخت کا بحران، ذہنی اور روحانی خلا، جدید زندگی کا جبر اور خالی پن جیسے موضوعات ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ یہ عام سا لڑکا جو اب جدید سماج میں گم ہے۔ اسی سماج کا بوجھ اٹھا کر تنہائی اور loneliness کا شکار ہے۔ وہ ہجوم میں ہے مگر الگ ہے، اکیلا ہے اور جذبات بے آواز ہیں۔ اس لیے سماج سے کٹا ہوا نظر آتا ہے اور اس کی شخصیت غیر متوازن ہے۔ اختر الایمان اس نظم میں ایک داستان گو کی طرح نظر آتے ہیں اور نظم ان کے قلم سے یوں رواں ہے جیسے شاعر کسی منظر کو دیکھ کر اپنی زبان میں بیان کر رہا ہے۔ یہ نظم ایک ایسا متن ہے جس میں مرد کی نفسیاتی پیچیدگی، سماجی بے حسی، جدید تہذیب کے جبر اور انسانی وجود کی معنویت کا سوال نہایت سادگی سے میں پیش کیا گیا ہے۔ اختر الایمان کی شاعری محض تاثراتی نہیں بلکہ تہذیبی اور نفسیاتی محرکات پر استوار ہے اور انسانی شعور کی تہوں میں اترنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اختر الایمان کی شاعری کے بارے میں کہتے ہیں:

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

"اختر الایمان کے ہاں جو تہہ داری ہے، جو رمزیت اور اشاریت ہے، وہ اس کی شاعری میں معنی و مفہوم کے کئی جلوے قاری کو دکھاتی ہے اور یہی چیز ہے جو اس کی نظموں میں سلیقہ اور الفاظ کے برتنے کے ڈھنگ پر روشنی ڈالتی ہے۔ وہ اپنے مشاہدات اور جذبات کے اظہار کے لیے سخت محنت کرتا ہے اور اپنی ساری صلاحیت اس بات پر صرف کر دیتا ہے کہ وہ نظم کو اول تا آخر مکمل تکنیکی آگاہی کے ساتھ پیش کر سکے جو موسیقی سے قریب ہو اور جس کے ذریعے خیال بھی بھرپور طریقہ پر ادا ہو جائے۔"(1)

اختر الایمان نے اپنی کتاب "یادیں" کے دیباچہ میں "ایک لڑکا" نظم کا پس منظر کچھ یوں بیان کیا ہے:

"نظم "ایک لڑکا" پہلی بار میں نے موضوع کے طور پر محسوس نہیں کی تھی۔ تصویر کی شکل میں دیکھی تھی۔ مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ ہمیشہ یاد رہا ہے اور یہ واقعہ ہی اس نظم کا محرک ہے۔ ہم ایک گاؤں سے منتقل ہو کر دوسرے گاؤں جا رہے تھے۔ اس وقت میری عمر تین چار سال کی ہو گی۔ ہمارا سامان ایک بیل گاڑی پر لادا جا رہا تھا اور میں اس گاڑی کے پاس کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ میرے چہرے پر کرب اور بے بسی تھی اس لیے کہ میں اس گاؤں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کیوں؟ یہ بات میں اس وقت نہیں سمجھتا تھا، اب سمجھتا ہوں۔ وہاں بڑے بڑے باغ تھے۔ باغوں میں کھلیان پڑے تھے، کوئلیں کوکتی تھیں پپیہے بولتے تھے۔ وہاں جوہڑ تھے، جوہڑوں میں نیلوفر اور کنول کھلتے تھے۔ وہاں کھیتوں میں ہرنوں کی ڈاریں کلیلیں کرتی نظر آتی تھیں۔ وہاں وہ سب تھا جو مجھے ذہنی طور پر پسند ہے مگر وہ معصوم لڑکا اس گاڑی کو روک نہیں سکا۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر آگے چلا گیا مگر وہ لڑکا وہیں کھڑا رہ گیا۔ پھر اس کے بعد اس لڑکے کو میں نے اکثر اپنے گرد و پیش پایا۔ یہ لڑکا جس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں تھا مگر جو آزاد تھا یا آزاد جینا چاہتا تھا۔ جس کی فطرت اور نیچر دونوں ایک دوسرے سے قریب تھیں۔ جو معصومیت اور سچائی اور ستھرے پن کا علامہ تھا۔ جو ملوث نہیں تھا کسی کدورت سے بھی۔ وقت کے ساتھ اس لڑکے کی تصویر میرے ذہن سے محو ہو گئی۔۔۔۔ پھر ایک بار میرے ذہن میں خیال آیا میں ایک نظم کہوں جس میں اپنے نام کا استعمال کروں۔۔۔۔ احساس کی اس دوسری منزل کے بعد مجھے اس لڑکے کا جگہ جگہ سفر یاد آیا۔ یہ لڑکا خانہ بدوش تھا۔ کوئی اس کا مستقل گھر نہیں تھا۔ اس کے پاس مناسب

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اسباب معیشت نہیں تھے۔۔۔ مجھے اس لڑکے سے ہمدردی ہو گئی۔ یہ ہمدردی دراصل مجھے اپنے سے تھی مگر چوں کہ میں نے اپنے آپ کو اس لڑکے سے الگ کر لیا تھا، اس لیے میری شخصیت دب گئی۔ ان لڑکے کی شخصیت ابھر آئی۔۔۔ میں نے اس لڑکے کی شخصیت کو روشن کرنا چاہا اور "ایک لڑکا" ضمیر انسانیت کا علامیہ بن گیا۔۔۔ (چار سال کے بعد) پھر ایک دن۔۔۔ رات کے ایک بجے کے قریب میری آنکھ کھل گئی۔ ذہن میں ایک مصرع گونج رہا تھا۔ یہ لڑکا پوچھتا ہے اختر الایمان تم ہی ہو؟۔۔۔ میں نے نظم کا پہلا بند لکھا اور سو گیا۔"(2)

ڈاکٹر ناصر عباس نیر کہتے ہیں:

"جدید شاعری جلاوطن، بے گھر افراد کی شاعری ہے۔ جن کا اگر کوئی گھر ہے تو یہی شاعری ہے۔ جسے آج اس لمحے کے اندر لکھا گیا ہے۔ حقیقی جدید شاعر مکان سے زیادہ زمان میں سانس لیتا ہے۔"(3)

"اختر الایمان کی شاعری میں جس انسانی آواز کو مستند بنانے کی کوشش ملتی ہے وہ ایک جلاوطن کی آواز ہے۔ اختر کی اکثر نظمیں روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں، کیفیتوں، تجربوں کو پیش کرتی ہیں۔"(5)

نظم کے دوسرے بند میں اختر الایمان ہمیں کا ایک صاحب ایمان اور مذہبی انسان کے طور پر نظر آتے ہیں جو خدا کی اس بنائی ہوئی کائنات میں ہر چیز کا شعور و فہم رکھتے ہیں اور مقدر پر یقین رکھتے ہوئے خدا کی رضا پر راضی ہیں مگر اپنی کم مائیگی کا شعور بھی رکھتے ہیں۔

"اختر الامکان کو کسمپرسی اور زندگی کرنے کے جبری طور طریقے اس طرح اختیار کرنے پڑے جس طرح ایک جلاوطن شخص انہیں اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔"(5)

شفیق احمد شفیق اختر الایمان کی شاعری کے بارے میں کہتے ہیں:

"اختر الامکان کی شاعری میں یہ خوبی نظر آتی ہے کہ وہ تلخ حقائق کو رومانی مٹھاس کے ساتھ پیش کرنے میں ملکہ رکھتے ہیں یعنی کڑوی سچائی بھی ناگواری کے احساس کو جنم نہیں دیتی۔"(6)

اختر الایمان نے ہمیشہ یادرفتہ کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے:

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

"یادیں تلخ وشیریں، یادیں ماضی قریب کی، ماضی بعید کی، یادیں ان کی جنھیں میں نے عزیز رکھا اور ان کی جنھوں نے مجھے عزیز نہیں رکھا۔ یادیں اس معاشرے سے وابستہ، جہاں اخلاقی قدروں میں ٹکراؤ ہے اور اعلیٰ قدریں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ اور ایسی بہت سی یادیں میری زندگی ہیں اور میری زندگی میں ان اخلاقی اور معاشی قدروں کا عمل ردعمل میری شاعری میں ہے۔"(7)

نظم کے دوسرے بند کے آخری اشعار دیکھیے:

وہ حاکم قادر مطلق ہے یکتا اور دانا ہے
اندھیرے کو اجالے سے جدا کرتا ہے، خود کو میں
اگر پہچانتا ہوں اس کی رحمت اور سخاوت ہے
اسی نے خسروی دی ہے، لئیموں کو مجھے نکبت
اسی نے یاوہ گویوں کو مرا خازن بنایا ہے
تونگر ہرزہ کاروں کو کیا دریوزہ گر مجھ کو
مگر جب جب کسی کے سامنے دامن پسارا ہے
یہ لڑکا پوچھتا ہے اختر الایمان تم ہی ہو؟

ان اشعار میں اختر الایمان نے ایک انتشار زدہ دنیا کی عکاسی کی ہے جس کی بنیاد ریاست کی کمزوری یا ناکامی ہے۔ اس کی شکست و ریخت ہے۔ حکومتی اداروں اور اقتدار کا زوال ہے۔ مافیا کا قیام، نسلی اور مذہبی جھگڑے، حالات کی ابتری، اقدار کے یقین بے یقینی اور دنیا میں ہونے والے واقعات کے نتیجے میں حالات کی پیچیدگی، قومی ریاستوں کا کردار اور ان کے مفادات کے باہمی اتحاد اور تنازع، تہذیبی تصادم، نسلی تقسیم، مغرب کا سماجی ڈھانچہ اور طبقات کے باہمی روابط، بادشاہوں اور امرا اور مذہبی پیشواؤں میں اقتدار کی تقسیم، سرمایہ اور قوت کی تقسیم، ریاستی بیوروکریسی کا ارتقا، تہذیبی تقسیم، سماجی ناہمواریاں اور کسی ملک کے اندر بہت گہری تقسیم وسیع پیمانے پر تشدد کی طرف لے جاتی ہے لیکن اس ثقافتی اختلافات کے باوجود اختر الایمان کا صبر و تحمل، شائستگی اور انسانی اقدار و روایات سے آگہی قابل تعریف ہے۔ ان اشعار میں مزاحمت بھی ہے اور اس تسلط کو توڑنے کی خواہش بھی موجود ہے۔

مگر جب جب کسی کے سامنے دامن پسارا ہے
یہ لڑکا پوچھتا ہے، اختر الایمان تم ہی ہو

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

کیا خوب صورت سوال ہے اور کیا یہاں پر اختر الایمان کی آپ بیتی میں درج وہ واقعہ نہیں یاد آتا جب مسجد، مدرسے میں کھانا دستیاب نہ ہونے کی صورت میں بچوں کے ہاتھوں میں علی الصبح کنکریاں پڑھنے کو دی جاتی تھیں کہ ان کو رزق خدا کی طرف سے مل جائے گا۔ بغیر محنت اور کوشش کے، بے عملی کی مثال اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ کھانے سے زیادہ کھانے کا انتظار رہتا تھا۔ اختر الایمان کے ضمیر پر برسنے والے یہ کنکر آج بھی جاری ہیں کہ ان کا رزق آج بھی کسی اور کے قبضے میں ہے۔ اختر الایمان کی نظم کے کردار کے سوال کے اندر انسانی شعور اور آگہی کے تاثر کا وفور ہے۔ اپنی خود احتسابی بھی ہے اور کم مائیگی کا اعتراف بھی۔ تیز رفتار معاشرتی تغیر کے دور میں مضبوط شناختوں کے فنا ہو جانے کا نوحہ اور نئی شناختوں کی تخلیق کا واویلا دیکھئے کیسے ان کی شاعری میں دکھائی دیتا ہے۔

معیشت دوسروں کے ہاتھ میں ہے، میرے قبضے میں
جز اک ذہن رسا کچھ بھی نہیں، پھر بھی مگر مجھ کو
خروش عمر کے اتمام تک اک بار اٹھانا ہے
ظفر مندوں کے آگے رزق کی تحصیل کی خاطر
کبھی اپنا ہی نغمہ ان کا کہہ کر مسکرانا ہے
وہ خامہ سوزی، شب بیداریوں کا جو نتیجہ ہو
اسے اک کھوٹے سکے کی طرح سب کو دکھانا ہے
کبھی جب سوچتا ہوں اپنے بارے میں تو کہتا ہوں
کہ تو اک آبلہ ہے جس کو آخر پھوٹ جانا ہے
غرض گرداں ہوں باد صبح گاہی کی طرح لیکن
سحر کی آرزو میں شب کا دامن تھامتا ہوں جب
یہ لڑکا پوچھتا ہے، اختر الایمان تم ہی ہو

ناصر عباس نیر کہتے ہیں:

"بیسویں صدی کی اردو شاعری کا اہم دھارا نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی اثرات کا حامل ہے۔"(8)

گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

”جدیدیت کے ساتھ اجنبیت، ذات پرستی، خوف، تنہائی، یاسیت اور احساس جرم کی یلغار ہوئی تھی۔“(9)

اختر الایمان کو اپنی شاعری کی وقعت اور اپنی ذات کی کم مائیگی کا احساس تھا۔ ان کی تخلیقی بصیرت اس تیز رفتار معاشرتی تغیر کے دور میں مضبوط شناختوں کے فنا ہو جانے کا اور پھر نئی شناختوں کے دوبارہ تخلیق ہو جانے کا ادراک رکھتی تھی لیکن فی الوقت اس نظم کے آخری بند میں وہ اپنی ناامیدی اور مایوسی کو ”ایک لڑکا“ کے سامنے رکھ کر معذرت کر لیتے ہیں۔

یہ لڑکا پوچھتا ہے جب تو میں جھلا کے کہتا ہوں
وہ آشفتہ مزاج، اندوہ پرور، اضطراب آسا
جسے تم پوچھتے رہتے ہو، کب کا مر چکا ظالم
اسے خود اپنے ہاتھوں سے کفن دے کر فریبوں کا
اسی کی آرزوؤں کی لحد میں پھینک آیا ہوں
میں اس لڑکے سے کہتا ہوں وہ شعلہ مر چکا جس نے
کبھی چاہا تھا اک خاشاک عالم پھونک ڈالے گا

نظم کا آخر شعر، خصوصاً آخری مصرع اس پوری نظم کے تاثر کو کہاں پر پہنچا دیتا ہے:

یہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے
یہ کذب و افترا ہے، جھوٹ ہے، دیکھو میں زندہ ہوں

انسان ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے چاہے خود فریبی میں جیئے یا مر مر کے جیئے۔ زندگی کرنے کی قوت اس کے اندر سے کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اختر الایمان نے زندگی، زمانے اور حالات کی ریشہ دوانیوں کے خلاف کتنی ہی مدافعت کی ہو، اپنی شاعری میں صدائے احتجاج بھی جاری رکھی ہو لیکن انہوں نے امید، آس اور تخلیقی بصیرت کی جمالیات کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ ڈاکٹر محمد حسن اختر الایمان کی شاعری کو عہدِ جدید کے ادبی سرمائے میں ایک اہم اضافہ قرار دیتے ہیں:

”اسلوبِ بیان کے انوکھے پن، احساس کی ندرت، شگفتگی، فکر انگیزی، ایمائی انداز اور لفظیات کے نادر ذخیرے کی وجہ سے اختر الایمان کو ہمارے دور کے اچھے شاعروں کی صنف میں جگہ دی جائے گی۔۔۔ ان کی کامیابی کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ ان کی نقل مشکل ہے۔“(10)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

حوالہ جات

1۔ جمیل جالبی، اختر الایمان کی شاعری، مشمولہ: معیار، اختر الایمان نمبر۔ دہلی: معیار پبلی کیشنز، 2000ء، ص:16

2۔ کلیاتِ اختر الایمان، دیباچہ "یادیں"، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2000ء، ص:30

3۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، جدید نظم میں جلاوطنی کا اظہار، مشمولہ: نظم کیسے پڑھیں، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2008ء، ص:178

4۔ ایضاً، ص:180

5۔ ایضاً

6۔ شفیق احمد شفیق، اختر الایمان حقیقت شناس رومانوی لب و لہجے کا شاعر، مشمولہ: ایک سو اکیس ترقی پسند قلم کار، کراچی: انجمن ترقی اردو، 2024ء، ص:424

7۔ پیش لفظ: یادیں، مشمولہ: سوغات جدید نظم نمبر (بنگلور)، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، 2021ء، ص:291

8۔ ناصر عباس نیر (مرتب)، مابعد جدیدیت اردو کے تناظر میں، مشمولہ: مابعد جدیدیت اطلاقی جہات، ملتان: بیکن بکس، 2015ء، ص:71

9۔ گوپی چند نارنگ، مابعد جدیدیت اردو کے تناظر میں، مشمولہ: مابعد جدیدیت اطلاقی جہات، ملتان: بیکن بکس، 2015ء، ص:71

10۔ محمد حسن، ڈاکٹر، دو جدید نظم گو، مشمولہ: سوغات جدید نظم نمبر (بنگلور)، لاہور: مغربی پاکستانی اردو اکیڈمی، 2021ء، ص:252